

نشے میں
کہیں وہ
تنہا نہ رہ جائے

تحریر: ڈاکٹر صداقت علی

تعارف

جب اولاد بگڑ جاتی ہے، تو والدین مشکل میں پڑ جاتے ہیں۔ وہ دل گرفتہ ہو جاتے ہیں اور اُن کے جذبات منتشر ہو جاتے ہیں۔ اُن کے ذہن میں بار بار میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ آخر انہوں نے ایسا کیا کیا تھا جس کی وجہ سے اُن کے گھر کا شیرازہ بکھر گیا؟ اس کا آسان جواب ہے ”کچھ نہیں“۔

سبھی والدین اولاد کی بہترین تربیت کرتے ہیں تاہم کچھ بچے سنور جاتے ہیں اور کچھ بگڑ جاتے ہیں، جو سنور جاتے ہیں وہ ”پے“ بچے ہوتے ہیں اور جو بگڑ جاتے ہیں وہ ”باں باں“ بچے ہوتے ہیں۔ باں باں بچے والدین کی باں باں کر دیتے ہیں۔ بچوں کی تربیت کے حوالے سے والدین کی اہلیت بس کچھ واجبی سی ہوتی ہے۔ پرورش کے نام پر انہوں نے جو کچھ سیکھا ہوتا ہے وہ محض ماحول کے مشاہدے پر مشتمل ہوتا ہے، کوئی باقاعدہ ٹریننگ نہیں ہوتی۔ جو بچے ”پے“ ہوتے ہیں وہ سنور جاتے ہیں اور والدین کو نیک نامی مل جاتی ہے۔ جو ”باں باں“ بچے ہوتے ہیں وہ بگڑ جاتے ہیں اور والدین کی ”باں باں“ کر دیتے ہیں۔ والدین کی چیخیں نکل جاتی ہیں لیکن کوئی سن نہیں پاتا، کیونکہ یہ چیخیں بے آواز ہوتی ہیں! کاش! والدین کو اولاد ملنے سے پہلے خاطر خواہ ٹریننگ بھی مل جاتی! پر ایسا ہونے نہیں پاتا۔ خوشخبری یہ ہے کہ بچوں میں بگاڑ آجانے کے بعد بھی والدین بہت کچھ کر سکتے ہیں اور اپنے بگڑے ہوئے بچوں کو سنوار سکتے ہیں۔ لازم ہے کہ والدین اب کچھ ٹریننگ کا اہتمام کر لیں۔

نشے میں کہیں وہ تنہا نہ رہ جائے! ڈاکٹر صداقت علی کی کتاب ہے جس کا پہلا ایڈیشن 1989ء میں، دوسرا 2006ء میں آیا اور اب یہ تیسرا ایڈیشن پیش خدمت ہے 2015ء میں۔ یہ کتاب والدین

کی بین الاقوامی تحریک ”سچی محبت“ کے راہنما اصولوں پر مبنی ہے، جو دنیا میں بگڑے ہوئے بچوں کی زندگی میں سنہری انقلاب برپا کر رہی ہے۔

اس کتاب میں زیادہ تر نشے کی بیماری کا حوالہ دیا گیا ہے تاہم یہ قواعد و ضوابط ہر قسم کے بگاڑ میں معجزے برپا کرتے ہیں۔ ویسے بھی نشے کی بیماری میں سب کچھ ہی بگڑ جاتا ہے۔ زیادہ نشے کے مریض تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔ زیادہ تر مریض اپنے گھروں سے دور ہو جاتے ہیں، کچھ پہلے جیسے نہیں رہتے، کچھ گھروں کو نہیں لوٹتے اور کچھ زندہ ہی نہیں رہتے۔ کچھ تو یادوں میں بھی نہیں رہتے، ویسے بھی غالب خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہیں۔ ویسے میں نشے کے مریضوں کا نمگسار ہوں، گزشتہ 37 سال سے میرے شب و روز اُن کے ساتھ گزرے ہیں، اُن کا مقروض ہوں اور ہر گزرتے دن کے ساتھ اُن کا قرض بڑھتا جا رہا ہے۔ اُن کی وساطت سے مجھے عزت، دولت اور شہرت، کیا کچھ نہیں ملا، ہر دم یہ احساس رہتا ہے مجھے ابھی اُن کیلئے بہت کچھ کرنا ہے۔ میرا یقین ہے کہ ہم سب مل کر کام کریں تو نشے کے مریضوں کی زندگی میں روشنی بکھیری جاسکتی ہے۔

باب 1

گھر گھر کی کہانی!

والدین نشے کے عادی بچوں کے پیچھے تھانوں، عدالتوں اور علاج گاہوں میں خوار پھرتے ہیں۔ وہ ناکردہ گناہوں کی سزا بھگت رہے ہوتے ہیں اور اولاد کیلئے اپنی دولت، شہرت حتیٰ کہ عزت تک داؤ پر لگا دیتے ہیں اور وہ بھی ایسی اولاد کے لیے جو نہ صرف نشہ، جرائم اور بدتمیزی پر شرمندہ نہیں ہوتی بلکہ کچھ نامعلوم وجوہات کی بنا پر اپنے والدین سے شدید نفرت کا اظہار بھی کرتی ہے۔

عموماً والدین خود سے ہی یہ تصور کر لیتے ہیں کہ وہ اولاد کو جنم دے کر کوئی جرم کر بیٹھے ہیں اور اس کی سزا بھگتنا ان کی مستقل ذمہ داری ہے۔ وہ ایک ایسی ایک طرفہ محبت کا روگ پال لیتے ہیں جو انہیں یا ان کی اولاد کو خوشحالی نہیں دے سکتی۔ اگر آپ کو کسی تھانے، جیل یا علاج گاہ میں جانے کا اتفاق ہو تو آپ کو حیرت ہوگی کہ نشے کے مریض وہاں خوش و خرم اپنے کارناموں پر فخر کرتے اور پکنک کے انداز میں وقت گزارتے ہیں۔ ان کے والدین کو دیکھیں تو رورو کر ان کی آنکھوں کا پانی خشک ہو چکا ہوتا ہے، وہ اپنی جمع پونجی ان نوجوانوں پر لٹا چکے ہوتے ہیں۔ ان نوجوانوں کو قطعاً یہ احساس نہیں ہوتا کہ وہ والدین اور معاشرے کے لیے سوہان روح بن چکے ہیں۔

● جمعہ کی صبح راشد کی والدہ پریشان ہے آج راشد کے چہرے پر پھر وہی ناگوار تاثرات ہیں۔ وہ حواس باختگی میں اپنی چیزیں اکٹھی کر رہا ہے اور کسی سے بات چیت تک نہیں کر رہا۔ اس کی ماں جانتی ہے کہ کیا ہونے والا ہے۔ انیس سالہ راشد گھر سے غائب ہونے کی تیاری کر رہا ہے، تھوڑی دیر میں وہ چپکے سے نکل جائے گا اور پھر دو تین ہفتے کے لیے کچھ پتا نہیں ہوگا کہ وہ کہاں ہے؟ اس کے جانے کے بعد ہی پتا چل سکے گا کہ گھر کی کون کون سی چیزیں اب موجود نہیں ہیں؟ ماں پریشانی کے عالم میں خوفزدہ نظروں سے فضا میں دیکھ رہی ہے، وہاں بھی پریشانی کے علاوہ اس کے لیے کچھ نہیں کیونکہ جب سے اس کا بیٹا چرس کا عادی ہوا ہے بغاوت اس کی رگ رگ میں سرایت کر چکی ہے۔

● ادھر گوجرانوالہ میں 60 سالہ الدین صبح گیا رہ بجے اپنے بیٹے کو جگانے کی کوشش کر رہا ہے۔ ”توصیف! توصیف جاگو!! تم نے انٹرویو کیلئے جانا ہے۔ وقت جا رہا ہے“ توصیف باپ کا ہاتھ جھٹکتا ہے اور غصے سے آگ بگولہ ہو کر بستر سے کود کر اٹھتا ہے اور چیختا ہوا کھڑکی کے شیشے توڑ دیتا ہے، اس کے ہاتھوں سے خون بہہ رہا ہے اور وہ کہتا ہے، ”بڈھے تم میری جان کیوں نہیں چھوڑتے؟ میں نے نہیں کرنی کوئی نوکری ووکری، مجھے کوئی خیرات نہیں چاہیے، تم نے میری زندگی خراب کر دی ہے۔ دفع ہو جاؤ؟ میرے کمرے سے تمہاری ماں کو۔۔۔“ الدین مایوسی کے عالم میں کمرے سے نکل کر باورچی خانے میں اپنی بیوی سے ملتا ہے اور بتاتا ہے کہ توصیف آج پھر ”اپ سیٹ“ ہے اور ہاتھ پائی پر اترا ہوا ہے۔ مایوسی کے انداز میں بیوی کی طرف دیکھتا ہے اور کہتا ہے، ”میرا دل چاہتا ہے کہ اس گھر سے کہیں دور بھاگ جاؤ؟“ اُس کی بیوی کہتی ہے، ”دل تو میرا بھی یہی چاہتا ہے لیکن بیٹے کی محبت کے ہاتھوں مجبور ہوں۔“

کچھ ہی دیر بعد توصیف تیار ہو کر ہاتھ پر پٹی باندھے، سپاٹ چہرہ لیے کہتا ہے، ”پانچ سو روپے دیں میں انٹرویو کے لیے جا رہا ہوں۔“ اس کا باپ خوشی سے کھل اٹھتا ہے اور جیب سے ہزار کا نوٹ نکال کر کہتا ہے، ”یہ رکھ لو بیٹا انٹرویو کے بعد کچھ کھا لینا۔“ اس کے جانے کے بعد دونوں میاں بیوی امید بھری نظروں سے دیر تک اس راہ کو تکتے رہے جس پر ان کا لاڈلا انٹرویو دینے گیا تھا۔ صد افسوس! وہ اپنے معصوم خیالوں کے اُس پار تو صیف کو نشہ کرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتے تھے۔

● دھرم پورہ میں رہائش پذیر ناصرہ بیگم کو سکول سے خط ملتا ہے کہ اس کا پندرہ سالہ بیٹا گڈو پچھلے دو ہفتوں سے سکول نہیں آیا۔ اس کے خیال میں یقیناً یہ غلط فہمی ہے کیونکہ وہ تو روزانہ گڈو کو سکول بھیجتی رہی ہے۔ اس کے دل میں یہ خدشہ بار بار سر اٹھا رہا ہے کہ اگر یہ خط حقیقت پر مبنی ہے تو اس کا بیٹا ان دنوں میں کیا کرتا رہا ہے؟ اس پر خوف کی کیفیت طاری ہونے لگتی ہے۔ خاوند کی وفات کے بعد دو سال سے وہ تنہا مصیبتوں میں گھری، ایک دکھ بھری زندگی گزار رہی ہے، گھر کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھانے کے علاوہ دیگر مسائل بھی پینا رہی ہے۔ جب اسے پتا چلے گا کہ اس کا لعل سکول سے بھاگ کر چرس بھرے سگریٹ پینا رہا ہے تو اسے کس قدر صدمہ ہوگا؟

● تیس سالہ خوبصورت نوجوان رفیع ایک ٹریولنگ ایجنسی چلاتا ہے اور اپنے والدین کے ساتھ سرد جنگ کی حالت میں زندگی گزار رہا ہے۔ رفیع نشہ کرتا ہے اور کچھ دیگر غلط دھندوں میں بھی ملوث ہے۔ زیادہ تر گھر سے باہر رہتا ہے اور مالی معاملات میں اہل خانہ سے کوئی تعاون نہیں

کرتا جبکہ تمام گھریلو سہولتوں سے فائدہ اٹھانا اپنا حق سمجھتا ہے۔ وہ اپنی ساری کمائی ایک ماڈل گرل متاشار پراڈا دیتا ہے۔

ابھی دو دن پہلے ایک بدقماش شخص گھر آ کر بدزبانی کر رہا تھا کہ اس نے رفیع سے دو لاکھ روپے لینے ہیں لیکن وہ اسے کہیں نہیں مل رہا، رفیع نے اس سے انگلینڈ کے ویزے کا وعدہ کیا تھا۔ رفیع کے والد نے اسے پچیس ہزار روپے دے کر ٹالا، بعد ازاں ڈرتے ہوئے رفیع سے اس بات کا تذکرہ بھی نہیں کیا، ایسے موقعوں پر پہلے ہی وہ کئی دفعہ رفیع سے بے عزتی کروا چکا تھا۔

● نیشنل ہسپتال کی ایمرجنسی میں 22 سالہ سرفراز بے ہوش پڑا ہے۔ ڈیوٹی نرس اس کے دوستوں سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہے جو اسے ہسپتال لائے تھے لیکن وہ کسی بھی سوال کا معقول جواب دینے سے انکاری ہیں۔ تھوڑی ہی دیر بعد یہ دوست کچھ بتائے بغیر چلے جاتے ہیں۔ ایمرجنسی روم کا ڈاکٹر وجوہات پر غور و فکر کر رہا ہے سرفراز کی آنکھوں کی پتلیاں بہت بُری طرح سُکوی ہوئی ہیں۔ سرفراز پہلی دفعہ موت و حیات کی کشمکش میں ہسپتال کی ایمرجنسی میں نہیں آیا لیکن اس دفعہ اس کی زندگی حقیقی خطرے میں لگ رہی ہے۔ معدے سے حاصل شدہ مواد سے پتا چلتا ہے کہ وہ نشے کی گہری مدہوشی میں ہے۔ سرفراز اگلے دس دن وینٹی لیٹر پر گزارتا ہے۔ ہوش آتے ہی گھر جانے کی ضد کرتا ہے۔ اس کے والدین سخت پریشان و بے بس دکھائی دے رہے ہیں کیونکہ اسے سدھارنے کی تمام کوششیں بیکار ثابت ہو رہی ہیں۔

● جاوید اور اقبال کے والدین آپس میں کوئی ضروری صلاح مشورہ کر رہے تھے حسب معمول جاوید کا سٹیئر یوکانوں کے پردے پھاڑ رہا تھا، جب اس کے باپ سے رہانہ گیا تو وہ غصے میں جاوید کے کمرے کی طرف لپکا۔ حسب معمول کمرے سے چرس کی بدبو آ رہی تھی۔ وہ چلایا ”الو کے پٹھے، بند کرو اسے۔“ 20 سالہ جاوید جواباً دھاڑا ”بہن۔۔۔ جاو؟ یہاں سے ورنہ تمہارا سر پھاڑ دوں گا۔“ اس نے کرکٹ کا بلا ہوا میں لہرایا تو باپ جوابی گالیاں دیتا ہوا بخلی منزل کی طرف چل دیا۔ 18 سالہ اقبال باپ کے پیچھے بھاگا اور کہا کہ ”آئندہ تم نے میرے بھائی کو کچھ کہا تو میں تمہیں دیکھ لوں گا، بڈھے! تم ہماری جان کیوں نہیں چھوڑتے؟“ ہماری دولت پر سانپ بنے بیٹھے ہو! مرتے بھی نہیں!

● ڈیفنس میں ایک مشہور بیورو کریٹ کی بیوہ، امام مسجد سے اپنے نوجوان نشئی بیٹے ذیشان کی شکایت کر رہی تھی جس نے گھر کی چیزیں بار بار چوری کر کے اپنی ماں کو پاگل کر رکھا تھا۔ وہ بیٹے کے ڈر سے ہر چیز کو تالے میں رکھنے لگی تھی لیکن پھر بھی اس کی تمام پونجی لٹ چکی تھی۔

وہ پریشان تھی کہ کس سے مدد طلب کرے۔ پڑوسی کہتے تھے کہ ہمیں ڈر لگتا ہے اس لیے ہم دخل نہیں دے سکتے، پولیس کہتی تھی کہ یہ گھر کا معاملہ ہے اور قابل دست اندازی پولیس نہیں ہے۔ امام صاحب نے تسلی دی اور کہا ”میں تو دعا ہی کر سکتا ہوں اللہ ہی ہے جو اس کو نیکی کی ہدایت دے۔“

● لبرٹی مارکیٹ گلبرگ کے نزدیک زیر اپنی بہن طاہرہ کو تسلی دے رہا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے طاہرہ کا اپنی والدہ سے جھگڑا ہوا تھا کہ وہ رات دیر تک گھر سے باہر کیوں رہتی ہے۔ کالج میں چھٹی ہونے کے بعد وہ ننھے کی خاطر گھر سے باہر جانے پر مجبور تھی۔ ماں سے جھگڑے کے بعد اٹھ کر وہ تیزی سے اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔ جب وہ کافی دیر تک واپس نہ آئی تو زیر اس کے کمرے میں گیا۔ کمرے میں اس نے بہن کی کلائیوں سے خون بہہ رہا تھا۔ زیر کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ طاہرہ کو ایسی حرکتوں سے ہمدردیاں سمیٹنے اور من مانیاں کرنے میں مدد ملتی تھی۔

یہ کوئی ایک کہانی نہیں ہے، کراچی سے پشاور اور کوئٹہ سے کشمیر تک ہماری نوجوان نسل ننھے کی دلدل میں پھنسی ہوئی ہے اور ان کا رویہ والدین کے لیے شدید اذیت کا باعث بنا ہوا ہے۔ ہر چند کہ ہر گھرانے کے حالات مختلف ہیں مگر طوفان بدتمیزی یکساں ہے۔ اسی طرح وہ بہانے بھی ملتے جلتے ہیں جو نوجوان اپنے ان رویوں کے جواز میں پیش کرتے ہیں جب ان سے بات کریں تو پتا چلتا ہے کہ وہ اپنے والدین کے خلاف بھرے بیٹھے ہیں۔

- یہ نوجوان اپنے کمروں کو اندر سے بند کئے رکھتے ہیں اور کمروں کی حالت کباڑ خانوں سے بدتر ہوتی ہے۔ باز پرس کرنے پر کہتے ہیں کہ یہ ان کے کمرے ہیں وہ جو چاہے کریں۔ وہ گھر میں توڑ پھوڑ کرتے ہیں اور صاف مکر جاتے ہیں کہ انہوں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔
- ایسے نوجوان اہل خانہ سے دنگا فساد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قصور ان کا ہرگز نہیں تھا۔ وہ والدین سے بدتمیزی کرتے ہیں اور اُلٹا شکایت بھی کرتے ہیں کہ والدین نے ان کی زندگی اجیرن کر رکھی ہے۔ جب انہیں کسی کام کے لیے رقم دی جاتی ہے تو وہ اکثر گم ہو جاتی ہے، اکثر وہ دوسروں کے مقروض رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان سے بہت زیادتی ہو رہی ہے۔
- راتوں کو دیر سے آتے ہیں اور یہ بتانے سے انکار کر دیتے ہیں کہ وہ کہاں تھے؟ وہ گھر کی چیزیں اور ماں باپ کی رقمیں چراتے ہیں لیکن پکڑے جانے پر ذرہ برابر ندامت کا اظہار نہیں کرتے۔

- گھر میں بدقماش اور بری شہرت کے حامل لوگوں کو لاتے ہیں اور پھر شکایت کرتے ہیں کہ اہل خانہ ان کے معزز دوستوں کی عزت نہیں کرتے۔
- ایسے نوجوان اونچی آواز سے میوزک بجاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ لطف اندوز ہو رہے تھے۔ اکثر نشے کی حالت میں گھر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ تو ٹھیک ٹھاک ہیں۔
- کسی بھی جگہ صحیح وقت یا صحیح حالت میں نہیں پہنچتے اور پھر کہتے ہیں کہ وہ ”پتہ نہیں ڈھونڈ پا رہے تھے“ یا ان کے پاس ”کرایہ دینے کے لیے پیسے نہ تھے“ کوئی بھی بہانہ بنانا تو ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔
- گھریلو ساز و سامان، درو دیوار، فرنیچر اور برتن توڑتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ ”ذرا غصے“ میں تھے اس لیے اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے۔ اہل خانہ سے ملنا جلنا ترک کر دیتے ہیں اور وجہ یہ بتاتے ہیں کہ گھر والوں سے ان کا مزاج نہیں ملتا، کبھی تو کھلم کھلا اپنی نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ کہتے ہیں ہمیں الگ سے ایک فرنشڈ فلیٹ لے دیں جہاں ہم سکون سے رہ سکیں۔ جائیداد ہونہ ہو جائیداد میں سے حصہ مانگتے رہتے ہیں۔ مفت بری کی زندگی گزارتے ہیں، اور پھر گھر والوں پر احسان کرتے ہیں۔
- سکول اور کالج سے غیر حاضر رہتے ہیں۔ اساتذہ سے بدتمیزی کرتے ہیں، پڑھائی پر توجہ نہیں دیتے، ہاتھ روم میں بیٹھ کر چرس بھرے سگریٹ پیتے رہتے ہیں نتیجتاً فیل ہو جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ انہیں انتقام کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ فیل ہونے پر ذرا برابر شرمندہ نہیں ہوتے۔ ”بشیر اور نوید بھی تو فیل ہوئے ہیں ناں!“ پڑھائی سے بھاگنے کو ”گیپ ایئر“ کہتے ہیں۔
- زیادہ تر ایسے نوجوان آدھی رات کے بعد گھر لوٹتے ہیں اور پھر آدھی دوپہر تک گھر میں سوئے رہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ انہیں نوکری نہیں ملتی۔ والدین جب کسی نوکری کا انتظام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ کام میری حیثیت کے مطابق نہیں۔ اگر انہیں کسی نوکری پر جانے کے لیے مجبور کر دیا جائے تو چند ہی دن بعد یہ کہہ کر جانا بند کر دیتے ہیں کہ وہ کام ان کی طبیعت سے مطابقت نہیں رکھتا۔ باس بہت خنج خنج کرتا ہے۔
- نوکری میں کام کاج کی بجائے لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں۔ اپنے فرائض پورے نہیں کرتے اور جب انہیں نوکری سے نکال دیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہر کوئی ان کے خلاف ہے۔ سب ناجائز شکایتیں کرتے ہیں اس لیے ان کو نکال دیا گیا۔ پتا نہیں مینیجر کانوں کے کچے کیوں

ہوتے ہیں؟

- موٹر سائیکل پر کرتب دکھانے کا جنون ہوتا ہے۔ تہواروں اور قومی دنوں پر اگلا پہیہ اٹھا کر ون ویلنگ کرتے ہیں اور اکثر راگیروں کو زخمی کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی جان بھی خطرے میں ڈالتے ہیں۔ وجہ پوچھیں تو کہتے ہیں کہ ہم پاکستانی نہیں، ہمیں قومی دنوں پر خوشیاں منانے کا کوئی حق نہیں؟
 - اکثر ٹریفک قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے لاپرواہی سے گاڑی چلاتے ہیں اور جب حادثات ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ قصور تو دوسرے کا تھا۔
 - جو اکیلے ہیں اور پکڑے جانے پر کہتے ہیں کہ وہ تو محض دیکھ رہے تھے۔ نشے کی خرید و فروخت میں مصروف رہتے ہیں اور جب پولیس پکڑتی ہے تو کہتے ہیں کہ کسی اجنبی نے انہیں نشے کا بیگت تھما دیا تھا، انہیں تو کچھ بھی معلوم نہیں۔
 - خوشحال گھرانوں کے فرد ہونے کے باوجود کانوں سے چیزیں چراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو تشغل ہے چوری نہیں آخردکاندار بھی تو بہت لوٹ مچاتے ہیں۔
- اس قسم کے گندے رویے اور بوگس بہانے پاکستان میں والدین کیلئے نئے اُبھرتے ہوئے مسائل ہیں۔ شروع شروع میں ایسے ”ہونہار“ بچوں کو بہت سے نام دیئے جاتے ہیں مثلاً ”اتھرا“، ”ضدی“، ”بگڑا بچہ“، ”لاڈلا“، ”حساس“، ”بری صحبت کا شکار“۔ ایسے لیبل ان رویوں کو مزید ہوا دیتے ہیں۔ پڑھے لکھے لوگ ایسے بچوں کو ”پرائلم چائلڈ“ یا ”سائیکو“ کہہ کر ان نامناسب رویوں کا جواز مہیا کر دیتے ہیں۔ کبھی انہیں ”گھٹن کا شکار“ سمجھا جاتا ہے اور کبھی ”شناخت کے بحران“ میں گھرا ہوا مظلوم لڑکا لیکن آخر کار یہ سب نشے کی اندھی گلی میں پہنچ جاتے ہیں۔ ماہرین نفسیات انہیں سائیکو پیٹھ یا باغی قرار دیتے ہیں اور بچپن میں ہونے والے اہم واقعات کو اس رویے کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں گویا جتنے منہ اتنی باتیں! کوئی یہ نہیں بتاتا کہ اس مسئلے سے کیسے بچنا جائے؟
- والدین پریشانی سے بے حال ہیں۔ اپنے دکھ کا اظہار بھی نہیں کر سکتے لیکن خاموشی سے اس آگ میں جلتے رہتے ہیں اور کسی کو بھی کان و کان خبر نہیں ہونے دیتے۔ وہ اپنے آپ کو اس صورتحال کا ذمہ دار سمجھتے ہیں، اپنے قول و فعل اور ضمیر کی عدالت میں ہمیشہ خود ہی پیش ہوتے رہتے ہیں تاکہ اپنے ”جرم“ کا تعین کر سکیں۔ کبھی وہ سوچتے ہیں کہ انہوں نے اپنے بچے کی تربیت ٹھیک نہیں کی تھی، کبھی آپس کے جھگڑوں کو ذمہ دار ٹھہراتے ہیں، کبھی طلاق، دوسری شادی یا محبت کے کسی رشتے کی دوری کو اس کی وجہ سمجھتے ہیں۔

والدین کو ایک غلط فہمی یہ بھی ہوتی ہے کہ ہونہ ہو اس کے بچپن میں ہماری طرف سے محبت کی کمی رہ گئی تھی! کبھی یہ وہم انہیں ستاتا ہے کہ جو کچھ ہم نے اپنے والدین کے ساتھ کیا تھا وہ ہی ہمارے ساتھ ہو رہا ہے!! حد تو یہ کہ کبھی وہ اس گمراہ کن نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ یہ انہی کے کسی گناہ کی سزا ہے!!! حیرت کی بات ہے جس زمانے کا کچھ باقی نہیں بچا، اس زمانے کے نفسیاتی نظریات آج بھی چھائے ہوئے ہیں۔ فزکس، کیمسٹری اور بیالوجی تو ہم آج کے دور کی پڑھتے ہیں لیکن جب علم نفسیات کی باری آتی ہے تو 100 سال پہلے کے نظریات سے چپکے نظر آتے ہیں۔

تحقیق و مشاہدے نے ثابت کیا ہے کہ والدین ہرگز بے بس نہیں ہوتے انہیں محض اپنی طاقت دریافت کرنے اور موثر انداز میں استعمال کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ پچھلے 45 سال میں ہم نے ان گنت والدین کو نشے میں گم بچوں کو ڈھونڈ نکالنے نئی زندگی تعمیر کرنے میں مدد دی ہے۔ کیا یہ بچے کسی انجانی اذیت سے نجات پانے کے لیے نشہ کرتے ہیں؟

اپنے بچے کے نشہ کرنے کی وجہ جاننے میں ناکامی جب والدین کا منہ چڑاتی ہے تو وہ شرمندگی، الزام تراشی اور احساس گناہ کی تکون میں پھنس جاتے ہیں۔ ایسے حالات میں گھر کی فضا بے چینی سے آلودہ ہو جاتی ہے ہر نئے بھڑے کے ساتھ بے چینی بڑھتی چلی جاتی ہے اور ایسی فضا میں دوسرے بچے بھی گھریلو ماحول سے دور اپنے کمروں میں پناہ لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ غم و غصہ اور چوٹ مل کر بے بسی کو جنم دیتے ہیں یہ بے بسی ایک ایسا آئینہ ہے جس میں کسی کو اپنا چہرہ صاف نظر نہیں آتا۔ بے بسی اس لئے بھی ہے کہ ماضی میں گھروں میں جنم لینے والے مسائل آسانی سے حل ہو جایا کرتے تھے لیکن نشے کا مسئلہ تو ناکوں پنے چبوا دیتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں بچے والدین کے لئے ان کی سکت سے بڑھ کر مسائل پیدا کر رہے ہیں اور گردنواوح میں لوگ بت بنے تماشا دیکھ رہے ہیں۔

نشے کی اس دیوانگی کا نقصان صرف مریض کی ذات تک محدود نہیں رہتا بلکہ ایسا نوجوان پورے گھر کیلئے تباہی کا سامان پیدا کر سکتا ہے، خود اپنے خاندان کے بچے ادھیڑ سکتا ہے حتیٰ کہ ازدواجی زندگی کا سکون بھی الزام تراشیوں، روز روز کی جھک جھک اور دھمکیوں کی نذر کر سکتا ہے۔ جسمانی طور پر صحت مند لوگوں کو آخر کار ہسپتالوں کے بستر پر پہنچا سکتا ہے۔ معاشرے کے لئے تو الگ مسائل پیدا ہوتے ہیں اس طرح وہ دوسرے نوجوانوں کو بھی اپنے طور طریقے سکھا سکتا ہے اور سڑک پر غیر محتاط ڈرائیونگ سے کسی کی جان بھی لے سکتا ہے۔ کیا آپ نے کبھی سوچا کہ بس ڈرائیور آخر سڑکوں پر درختوں سے کیسے ٹکراتے ہیں؟ ٹرک ڈرائیور ٹرک سمیت دریا میں کیسے جا

گرتے ہیں؟ نشے کے بغیر تو کوئی چاہتے ہوئے بھی یہ ”کارنامے“ انجام نہیں دے سکتا۔ سڑک پر دوسرے لوگوں کی گاڑیاں تو آپس میں ٹکراتی ہیں جبکہ پیشہ ور ڈرائیور ”پٹری“ سے ہی اتر جاتے ہیں۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ پیشہ ور ڈرائیوروں کی اکثریت نشئی اور چرس کی رسیاء ہوتی ہے۔ یہی حال جہازوں کے کپتانوں کا ہوتا ہے۔ تقریباً 80% پائلٹ شراب نوشی کو ضروری سمجھتے ہیں اور بعض تو شرابیت کے مرض میں مبتلا ہوتے ہیں، اور اسی حالت میں جہاز اڑاتے ہیں۔

سب سے پہلے تو یہ غلط فہمی دل سے نکال دینی چاہیے کہ شاید نشہ کرنے والے نوجوانوں کی تربیت اور ماحول میں ہی کوئی نقص رہ گیا ہوگا۔ تربیت کا اس سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے، ہم نے بدترین حالات اور یتیم خانوں میں پلنے والوں کو بلندیوں پر جاتے دیکھا ہے۔ بہت سے گھرانوں میں نسل در نسل خوشحالی کا تسلسل بھی ہمارے مشاہدے میں آیا ہے، تاہم یہ خیال بنیادی طور پر غلط ہے کہ صرف وہی بچے بگڑتے ہیں جو احساس محرومی عدم توجہی اور زیادتیوں کا شکار ہوتے ہیں۔ ہر بگڑے ہوئے نوجوان کا پس منظر اور گھریلو ماحول یکساں نہیں ہوتا۔ ان کے والدین امیر، غریب، پڑھے لکھے، ان پڑھ، سخت گیر، نرم خور، مذہبی، غیر مذہبی، طلاق یافتہ، دوسری شادی والے یا پھر پہلی ہی شادی والے ہو سکتے ہیں۔ خود یہ نوجوان اکلوتے، بہن بھائیوں والے، لے پالک یا یتیم خانے میں پلنے والے ہو سکتے ہیں۔ ایک ہی خاندان میں ایک ہی طرح سے پلنے والے تمام بچے نشے کی بیماری میں مبتلا نہیں ہوتے اور نہ ہی غلط رویوں کا مظاہرہ کرتے ہیں پھر صرف ایک فرد کو ہی یہ کاٹنا کیوں چھنتا ہے؟

نشے کے تمام مریضوں کی گہری چھان بین کے بعد نشے کی جو مختلف وجوہات سامنے آتی ہیں ان میں صرف ایک چیز یکساں نظر آتی ہے اور وہ ہے موڈ کی خرابی اور اسے نشے سے دور کرنے کا رُحمان۔ ایسا عام لوگوں میں کچھ کم اور اشرافیہ میں کچھ زیادہ ہوتا ہے۔ نشہ اپنانے والے کافی ذہین لوگ ہوتے ہیں اور اپنی ذہانت کا بہت غرور رکھتے ہیں۔ وہ بہت اعتماد سے نشے کی دنیا میں اترتے ہیں اور انہیں یقین ہوتا ہے کہ وہ جب چاہیں گے نشے کی دنیا سے صحیح و سالم نکل آئیں گے۔ ان کے برعکس عقل والے محتاط ہوتے ہیں اور وہ اس مصیبت میں پھنستے ہی نہیں۔ وہ علتوں کی بجائے عادتوں پر بھروسہ کرتے ہیں۔ ذہین لوگ رسک لیتے ہیں اور نشے میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ وہ پھر نشہ جاری رکھتے ہیں۔ وہ سوچتے ہیں اتنی بھی کیا جلدی ہے؟ پہاڑوں پر برف پگھلتی رہتی ہے، ندی نالوں میں سے پانی دریاؤں میں آتا رہتا ہے، دریاؤں میں طغیانیاں آتی رہتی ہیں۔ بہت بند باندھے جاتے ہیں لیکن سیلاب کا ریلو سب کچھ بہا کر لے جاتا ہے۔ نشئی خود بھی دکھتے ہیں اور اپنے

چاہنے والوں کو بھی دکھاتے ہیں۔ مختلف شخصیات کے مالک نشہ اپنانے کے کچھ عرصہ بعد ہی سکے بند نشی نظر آنے لگتے ہیں۔ وہ سُورج مکھی کے پھول کی طرح اپنا رخ ہمیشہ نشے کی طرف رکھتے ہیں!

ابھی تک ان رویوں کی کچھ وجوہات پتا چلی ہیں، ہو سکتا ہے کہ باقی وجوہات گہری تہوں میں چھپی ہوں۔ اس بات کا قوی امکان ہے کہ اگر آپ اپنے ان تمام رویوں کو بدل ڈالیں جو انہیں بالواسطہ نشے کا سلسلہ جاری رکھنے میں مدد دیتے ہیں اور اپنی اجتماعی کوششوں سے انہیں علاج کی طرف راغب کریں اور نشے کے بغیر جینے کے ڈھنگ سکھائیں تو وہ آپ کو مایوس نہیں کریں گے۔ بعد میں آپ ان کے نشہ کرنے کی وجوہات بھی تلاش کر لیں۔ بروقت علاج نہ کیا جائے تو ایڈکشن ایک جان لیوا بیماری ہے۔ یاد رہے، کہ یہاں ہم محض کسی علت کا ذکر نہیں کر رہے بلکہ زندگی اور موت کے مسئلے کو زیر بحث لا رہے ہیں۔

بچھلی صدی کے چوتھے عشرے میں تین نشہ چھوڑنے والوں نے نشے کی بیماری سے نمٹنے کیلئے بارہ اقدامات تجویز کئے تھے۔ یہ اقدام مریضوں اور ان کے والدین کیلئے نشے سے نجات کا سامان مہیا کرتے ہیں۔ ان بارہ اقدام کو ہم این اے پروگرام کہتے ہیں۔ یہ پروگرام بین الاقوامی طور پر نشے کی بیماری کا تدارک سمجھا جاتا ہے۔ دنیا کے کونے کونے میں این اے کی انجمنیں ان لوگوں کی مدد کر رہی ہیں جو کبھی نشے کی دلدل میں تھے۔ ہر ملک میں انجمن کا نام علاقائی زبان میں ہو سکتا ہے لیکن انجمن کے اصول اور اغراض و مقاصد یکساں ہوتے ہیں۔ نشے کے مریض کے چاہنے والے سب سے پہلے اپنے غم و غصہ پر قابو پاتے ہیں، ٹریننگ کی مدد سے آپ بھی بخوبی ایسا کر سکتے ہیں۔ زیر نظر کتاب آپ کو "این اے" کے بارہ عقیدے بتاتی ہے جن کی مدد سے آپ پھر سے اپنے پیارے بچوں کو خوبصورت زندگی گزارنے پر آمادہ کر سکتے ہیں۔

آپ کو یقین نہیں آیا ناں؟ پہلے پہل سب کو یہ ایک خواب ہی لگتا ہے!

جب والدین خاصے عرصہ تک اپنے نشے کے مریض کو سنبھالنے میں ناکام رہے ہوں تو کوئی بھی نئی چیز انہیں ایک دم سے متاثر نہیں کرتی۔ ایک ہی گھر میں کسی نشے کے مریض کے ساتھ گزارہ کرنا کتنا مشکل کام ہے اس بات کا اندازہ صرف اس گھر میں رہنے سے ہی لگایا جاسکتا ہے۔

نشے کا مریض کس طرح آپ کے اعصاب کو جھنجھوڑتا ہے، یہ ایک الگ ہی داستان ہے۔ پے در پے ناکامیوں کے بعد آپ کو پختہ یقین ہو جاتا ہے کہ نشے سے نجات ناممکن ہے۔ یہاں سے حالات کا ایک اور رخ سامنے آتا ہے اور خود آپ کی منفی سوچ کا آغاز ہوتا ہے، یہ منفی سوچ مایوسی کو جنم دیتی ہے، اس مایوسی کے نتیجے میں آپ کا ارد گرد سے دھیان ہٹ جاتا ہے اور زندگی کی

رواق ختم ہو جاتی ہے۔ آپ تنہا رہنا پسند کرتے ہیں اور ہمہ وقت غم و غصے کی کیفیت میں رہتے ہیں جو بڑھتے بڑھتے ایک بیماری کی شکل اختیار کر جاتی ہے ایک طرح سے آپ روگی ہو جاتے ہیں۔ ایسے میں یہ سوچنا کہ کبھی کامیابی ملے گی محال ہو جاتا ہے، پورے گھر کا نظام بگڑ جاتا ہے اور مایوسی کے اندھیروں میں زندگی درہم برہم ہو جاتی ہے۔ آپ میل ملاپ، تقریبات میں جانا اور کاروباری منصوبے بنانا چھوڑ دیتے ہیں۔ گویا جو توانائی مثبت سرگرمیوں میں خرچ کی جاسکتی ہے وہ بھی آپ مایوسی کی جھینٹ چڑھا دیتے ہیں... "سچی محبت" آپ کو یہ منفی رویے بدلنے کا حوصلہ دیتی ہے!

ان نوجوانوں کے نشئی رویوں کو بدلنے کے لیے لازم ہے کہ پہلے آپ اپنی منفی سوچ اور عقیدوں کو بدلیں۔ آپ کو منصوبہ بندی کرنا ہوگی اور دل برداشتہ ہوئے بغیر باہمی تعاون رہنمائی کی بدولت ایک نئی سمت میں سفر کرنا ہوگا۔

ان نئے رویوں کو اپنا کر آپ نشے کے مریضوں کی غلط حرکتوں کے منفی نتائج بھگتتے سے انکار کر دیں گے۔ کیونکہ نشہ بازی کے فطری نتائج سے اُبھرنے والی تکلیف سے صرف مریض ہی فائدہ اٹھا سکتا ہے لہذا اس تکلیف کا بہترین حقدار وہی ہے۔ جب نشے کا مزہ اور تکلیف دونوں ہی اُسے ملیں گے تو اُسے جلد ہی اندازہ ہو جائے گا کہ یہ صریحاً گھائے کا سودا ہے پھر آپ ان کی پردہ پوشی بھی نہیں کریں گے اور ان کی مدد صرف نشہ چھوڑنے میں کریں گے۔ یہ بات اس تحریر کو پڑھنے والوں کیلئے شاید پہلا جھٹکا ہو لیکن یہ پہلا جھٹکا ہی انہیں اگلے صفحات میں ملنے والی تلخ حقیقتوں کو سمجھنے پر آمادہ کرے گا۔ میٹھی میٹھی باتیں ہم اور آپ کئی سال سے کر رہے ہیں۔ نعرے بھی بہت لگا چکے ہیں، اب ضرورت اس بات کی ہے کہ سب مل کر ایک ٹھوس لیکن محبت بھرا حل تلاش کریں جو ہم سب کے اجتماعی روگ کو ختم کر سکے۔

ہم اس حل کو آئندہ صفحات میں "سچی محبت" کے نام سے پکاریں گے۔ یہ کتاب ہم نے ان والدین کی مدد سے لکھی ہے جو "سچی محبت" کے عقیدوں پر چل کر اپنے بچوں کو نشے کی بیماری سے نجات دلا چکے ہیں اور انہی کی زبان میں آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ اور والدین نشے سے متعلق مسائل حل کر سکتے ہیں تو یقینی طور پر آپ بھی ایسا کر سکتے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ "سچی محبت" سچے موتیوں کی طرح اپنی آب و تاب برقرار رکھتی ہے۔

"سچی محبت" کے عقائد و نظریات کے متعلق مزید جاننے سے پہلے بہتر ہے کہ ہم نشے کی بیماری کو سمجھ لیں۔ اگلے باب میں نشے کی بیماری کے حوالے سے چند بنیادی باتوں کو بیان کیا گیا ہے جس سے اس بیماری کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔